مطالعۂ سیرت کی فرد اور معاشرہ کی تربیت سازی میں اہمیت

فرحت علوی*

عبدالغفور**

انسان ہر دور میں ترقی یافتہ ہونے کا دعویدار رہا ہے۔تمام تر وسائل اور ذہانت کے باوجود اس کی معاشرتی زندگی انتہائی بگاڑ اور بدنظمی کا شکار رہی ہے مختلف نظام ہائے زندگی متعارف ہوئے لیکن جز وقتی ہونے کی بناء پر کوئی بھی نظام اشرف المخلوقات ہونے کا احساس دلانے میں مکمل طور پر کامیاب نہ ہوسکا لیکن نبی آخر الزماں ﷺ نے نسلِ انسانی کی اصلاح کیلئے جو نظام متعارف کروایا ہے اس میں آپ مکمل طور پر کامیاب رہے ہیں اور صرف اپنے ابتدائی دور میں ہی نہیں بلکہ رہتی دنیا تک ایسا مکمل نظامِ زندگی متعارف کروادیا ہے کہ اس کا ہر قانون اور ضابطہ نسلِ انسانی کی اصلاح کیلئے ایک مکمل ضابطہ حیات کا درجہ حاصل کیے ہوئے ہے زیرِ نظر مقالہ میں سیرت مبارکہ ﷺ کا طریقۂ تربیت، وجوہِ تربیت اور چند خصائص بیان کیے گئے ہیں جو بہترین زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔

تربیت کا معنی ومفہوم:

اس لفظ کا تعلق عربی زبان سے ہے اور اس کا مادہ ''ربّ'' ہے۔

قرآن پاک میں ہے کہ:

﴿وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ﴾ (۱)

''اور تمہاری بیویوں کی پچھلی اولاد جو تمھاری گودوں میں پرورش پاتی ہے''

۱:امام راغب اصفہانی کے نزدیک:

'' الرّبُ فی الاصل التربیة وھو أنشاء الشيء حالاً الیٰ حد التمام'' (۲)

''الرب کے اصل معنی تربیت کرنا یعنی کسی چیز کو تدریجاً نشو ونما دیکر حدِ کمال تک پہنچانا کے ہیں''

۲:ابن منظور افریقی کے نزدیک:

'' اَلرَّبُ یُطْلَقُ فِیْ اللغة عَلیٰ الْمَالِكِ، وَالسَّیِّدِ، وَالْمُدَبِّرِ وَالْمُرَبِّی، والقیم، والمنعم ''(۳)

'' لفظ اَلرَّب لغت میں مالک اور سید اور مدبر اور مربی اور قیم اور منعم پر بولا جاتا ہے''

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا۔

** ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا۔

۳: مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کے نزدیک:

''تربیت اس اثر کا نام ہے جو انسانی ملکات وقویٰ کی نشوونما کرتا ہے''(۴)

۴: مولانا امین احسن اصلاحی کے نزدیک:

''تربیت سے مراد یہ ہے کہ اس (نفس) کے اندر اللہ تعالیٰ نے جو روشنی ودیعت فرمائی ہے کوشش کرے کہ وہ بجھنے نہ پائے بلکہ اس میں برابر افزونی ہوتی رہے''(۵)

تزکیہ کا معنی ومفہوم:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں تربیت کیلئے تزکیہ کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اس کا مادہ '' زکا'' ہے۔

﴿يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ﴾ (۶)

''وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے''

۱: امام راغب اصفہانی کے نزدیک:

''أَصْلُ الزَّكَاةِ اَلنُّمُوُّ اَلْحَاصِلُ عَنْ بَرَكَةِ اللهِ تعالىٰ ويُعْتَبَرُ ذٰلِكَ بِالْأُمُورِ الدُّنْيَوِيَّةِ وَالْاُخْرَوِيَّةِ (۷)

''الزکاۃ کا اصل معنی نمو (افزوئی) کے ہیں جو برکت الہیہ سے حاصل ہو اس کا تعلق دنیاوی چیزوں سے بھی ہے اور اخروی امور کے ساتھ بھی''

۲: سید سلیمان ندویؒ کے نزدیک:

''تزکیہ کے لفظی معنی پاک وصاف کرنا، نکھارنا، میل کچیل دور کرنا ہیں، قرآن پاک نے اس لفظ کو اس معنی میں استعمال کیا ہے کہ نفس انسانی کو ہر قسم کی نجاستوں اور آلودگیوں سے نکھار کر صاف ستھرا کیا جائے یعنی اس آئینہ کے زنگ کو دور کر کے اس میں صیقل اور جلا پیدا کر دی جائے''(۸)

۳: مفتی محمد شفیعؒ کے نزدیک:

''تزکیہ کے معنی ہیں ظاہری وباطنی نجاسات سے پاک کرنا، ظاہری نجاسات سے تو عام مسلمان واقف ہیں، باطنی نجاسات کفر اور شرک، غیر اللہ پر اعتماد وکلی اور اعتقاد فاسد، نیز تکبر وحسد، بغض، حب دنیا وغیرہ ہیں''(۹)

فرد اور معاشرے کی تربیت کا مقصد:

اللہ رب العزت کی ذات مبارکہ اس زمین وآسمان اور انکے ماسواء جو کچھ ہے اس کی مالک ہے اور سارے عالم اس کی مخلوق ہیں اور اللہ رب العزت کی ذات مبارکہ کسی قانون کی تابع نہیں اور نہ ہی کسی کو اللہ تعالیٰ کے افعال پر کسی قسم کا سوال کرنے کا حق حاصل ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فعل وکرم سے ایسا نظام بنایا ہے کہ ہر فعل اور ہر چیز ایک ضابطہ اور قانون کے دائرہ میں

ہے، اور جو اس کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق چلتے ہیں ان کے لیے راحت اور جو خلاف ورزی کرتے ہیں ان کے لیے سزا یا عذاب مقرر کر دیا گیا ہے۔

عالمِ وجود کا آغاز اللہ تعالیٰ کے لفظ ''کن'' سے ہوا اور جن وانس کو یہ زندگی کسی خاص پروگرام یا مقصد کی تکمیل کیلئے دی گئی جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (۱۰)

''میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں''

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اس انداز پر کی کہ انسان کی سوچ، اس کی عبادت اور اس کے افعال کا محور اللہ تعالیٰ کا دین اور اس کی ذات مبارکہ ہو جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ:

﴿ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ (۱۱)

''پس اللہ کے دین کیلئے سب سے کٹ کر یک رخ ہو کر اپنا چہرہ سیدھا رکھ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اس کی خلق (بنائی ہوئی فطرت) میں کوئی تبدیلی نہیں یہ سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں''

اب یہ فرد کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ اپنے وجود کو صحیح طور پر نشوونما دے یا پھر معاصی اور شہوات میں ضائع کر دے اس بات سے متعلق مثال کے طور پر حدیث مبارکہ ہے کہ جس میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ:

عَنْ ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ ما من مولود الا یولد علی الفطرة فابواه یهودانه أو ینصرانه أو یمجسانه، کماتنتج البهیمة بهیمة جمعاء، هل تحسون فیها من جدعاء؟ (۱۲)

''ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جتنے بچے پیدا ہوتے ہیں وہ سب اپنی فطرت یعنی اسلام پر پھر انکے ماں باپ ان کو یہودی نصرانی پارسی بنا دیتے ہیں جیسے چوپایہ جانور پورے بدن کا ہوتا ہے کہیں تم نے کن کٹا بھی پیدا ہوتے دیکھا ہے؟''

فطرت پر پیدا ہونے سے مراد اکثر علماء کے نزدیک دین اسلام پر پیدا ہونا ہے تو جس طرح اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ہر انسان میں فطری اور خلقی طور پر اسلام وایمان کی صلاحیت رکھی جاتی ہے پھر بھی اس کے ماں باپ اس صلاحیت کو ضائع کر کے کفر کے طریقوں پر ڈالتے ہیں۔ (۱۳)

اللہ تعالیٰ نے فرد کی تربیت کیلئے صرف نظامِ عدل وانصاف کے قیام پر ہی اکتفا نہیں کیا اور نہ ہی دنیا کی حکومتوں کی طرح صرف ضوابط اور قوانین تشکیل دینے کو ہی حرف آخر سمجھا بلکہ ضوابط وقوانین کے ساتھ ساتھ ایک مکمل اور مربوط نظامِ تربیت قائم کیا

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو محض قوانین وتعزیرات کا مجموعہ نہیں بلکہ کتاب ہدایت بنایا، اور ایک ایک قانون کے ساتھ ایسے طریقے بتلائے کہ جن سے قانون پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

﴿الٓـمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ (۱۴)

''اس کتاب میں کوئی شک نہیں، پرہیز گاروں کو راہ دکھانے والی ہے جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں''

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نظام کی ضرورت کے پیشِ نظر اپنے انبیاء ورسل بھیجے اور ان کے ساتھ آسمانی کتبِ ہدایت بھیجیں اور پھر افراد، جماعتوں اور قوموں سے مختلف اوقات اور حالات میں ان انبیاء کے ذریعے عہد و پیمان لیکر ان کو قانون کی پابندی کیلئے تیار کیا گیا۔ تربیتِ فرد کے حوالے سے انسان کو تمام قوتیں عنایت کی گئیں یعنی اعتدال مزاج کا اور حواسِ ظاہری و باطنی اور قوائے طبیعیہ، حیوانیہ، نفسانیہ سب اس کو دیئے اور نیکی بدی کے راستوں پر چلنے کی استعداد رکھی ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ:

﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ (۱۵)

'' پھر اس کے دل میں گناہ اور پرہیز گاری (کی سمجھ) ڈالی''

یعنی یہ اختیار دیا گیا کہ وہ چاہے اچھائی کا راستہ اختیار کرے چاہے گناہ کی منزل پکڑ لے البتہ دونوں رستوں کی خوبیاں اور خامیاں اس کے سامنے رکھ دی گئی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا﴾ (۱۶)

''تحقیق کامیاب ہوا جس نے اس کو پاک کیا اور تحقیق نامراد ہوا جس نے اسے خاک میں ملایا''

اب ضرورت اس بات کی تھی کہ اس انسان کی نیکی کی صلاحیتوں کو قوت وترقی دینے اور برائی کی صلاحیتوں کو کمزور کرنے کا کوئی ایسا موثر طریقہ کار اختیار کیا جائے، اس مقصد کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس انسان کی ہدایت کا بندوبست فرمایا اور اس کی تعلیم و تربیت کیلئے انتظام کیا۔

فرد و معاشرہ کی تربیت کی اہمیت:

معاشرہ انسانوں کے اس مجموعہ کا نام ہے جو باہم مل جل کر ساتھ رہنا چاہتے ہوں جو مختلف نظریاتی، تاریخی، تہذیبی تعلقات کی بدولت ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوں بنیادی طور پر دو چیزیں معاشرہ کی اساس ہوں۔

۱: افراد کا مجموعہ

۲: ان کا احساس کہ ہمیں ساتھ رہنا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا کہ اگر معاشرہ افراد کے مجموعہ کا نام ہے پھر معاشرے کیلئے کیا لائحہِ عمل اختیار کیا جائے کہ امن و سلامتی اور خوشیاں مقدر بن جائیں اور کامیابی و کامرانی قدم چومے۔

اس کیلئے سب سے پہلے فرد کی تربیت ضروری ہے کیونکہ فرد کی تربیت دراصل پورے معاشرے کی تربیت کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ معاشرہ افراد کے مجموعہ کا نام ہے تو پھر جیسے افراد ہوں گے ویسا ہی معاشرہ بھی ہوگا مثال کے طور پر اگر خار کثیر تعداد میں بھی ہوں تو اُن میں پھولوں کی خوشبو پیدا نہیں ہوسکتی اور پتھروں کا ڈھیر پتھر ہی رہے گا ہیروں میں تبدیل نہیں ہوسکتا بالکل اسی طرح معاشرے کا حسن اسی صورت قائم رہ سکتا ہے جب اس کے افراد کی ایک معقول تعداد کی انفرادی سیرت اچھی ہو، جو اجتماعیت پیدا کرسکتی ہو۔

کسی بھی معاشرے میں کوئی تبدیلی مقصود ہو تو ایسی تبدیلی بھی افراد ہی کی کوشش سے ہوتی ہے اور اجتماع کا رنگ بدل جاتا ہے یہ کام وہی افراد انجام دیتے ہیں جو اچھی سوچ اور فکر کے مالک ہوں اور ان کی سیرت مضبوط ہو اور خود اجتماع کا رنگ اختیار کرنے کے بجائے اس کے رنگ کو بدل ڈالنے والے ہوں اس سے یہ بات ثابت ہے کہ افراد کی سیرت و کردار معاشرے کی اصلاح اور تاریخ کی تعمیر میں بڑا اہم اور مثبت رول ادا کرتے ہیں۔ ہر دور میں معاشرتی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ فرد کی تربیت کا رہا ہے اور عصرِ حاضر میں فرد کی تربیت کے لئے سوسائیٹیاں قائم ہیں لیکن پھر بھی یہ مسئلہ اپنی جگہ موجود ہے اور فرد جب تجارت کرتا ہے تو ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری کا مظاہرہ کرتا ہے اور اگر مفلس ہے تو پھر اپنی مفلسی کو دور کرنے کے لئے ہر ناجائز ذرائع تک رسائی کی کوشش کرتا ہے اور اگر اقتدار حاصل کر لے تو اپنے ملک یا علاقے کی سرحدوں میں وطن پرست اور دوسرے انسانوں کے لئے جلاد کا کردار پیش کرتا ہے اگر قانون سازی کا قلم دان سنبھالتا ہے تو معاشرے میں دوطبقاتی نظام کی بنیاد رکھتا ہے اور اگر ایجاد کی صلاحیتوں پر مشتمل دماغ ہو تو پھر زہریلی گیسوں اور انسانی قتل کا سامان ایجاد کر کے فخر محسوس کرتا ہے اور اگر ان کے استعمال کی صلاحیت مل جائے تو انسانوں کی بستیوں کی بستیاں تباہ کرنے پر چل نکلتا ہے اور آن کی آن میں زندوں کے شہر، شہرِ خموشاں بنا ڈالتا ہے۔

الغرض معاشرے کی تربیت اور اصلاح کے لئے فرد کی تربیت بنیادی اکائی کا درجہ رکھتی ہے اور اگر اچھا فرد ہوگا تو اچھا ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، تاجر، استاد، طالبعلم و دیگر معاشرتی کرداروں میں اچھائی کا حامل ہوگا اور معاشرہ بھی درست سمت میں اور انسانی خواہشات کا امین ہوگا اور انسانی خواہشات بھی لازمی طور پر پاکیزگی کی حامل ہوں گی تو ان سب کے لئے ہمیں لامحالہ طور پر ایسی تعلیمات کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو انسانی زندگی کا مکمل طور پر احاطہ کرتی ہوں یا ایسی شخصیت کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو انسانِ کامل کا شرف حاصل کیے ہوئے ہو، جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ انسان کی راہنمائی کا سامان لیے ہوئے، ایسی زندگی جو انسان کے تخیل کی پاکیزگی، کردار کی خوبی، گفتار کی نرمی اور جذبات کی رحم دلی کا درس دیتی ہو جس سے معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے۔

ان سب خواہشات کی تکمیل کے لئے ہمیں نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ (انسانِ کامل) کی سیرتِ مبارکہ کے مطالعہ کی ضرورت ہے اور اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے اور خود اللہ تعالیٰ انسان کی راہنمائی کے لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۱۷)

''یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے''

مطالعۂ سیرت اور اس کی ضرورت و اہمیت:

لفظ سیرۃ سے دراصل سار، یسیرُ، سیراً و میسراً سے نکلا ہے اور اس کے معنی جانا، روانہ ہونا، چلنا، طریقہ و مذہب، سنت، وغیرہ۔

آپ ﷺ کے تمام حالات کا بیان بمعنی سوانح عمری۔ (۱۸)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیرت کیا ہے اور جدید دور میں اس کی کیا اہمیت ہے اور سیرت کے انفرادی و اجتماعی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں

سیرت کی ضرورت بحیثیت انسان بھی ہے، قرآن پاک میں ہے کہ

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ (۱۹)

''اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے''

قرآن کے اس دعویٰ کی سچائی کے لئے اس انسان پر لازم ہے کہ وہ حیات پاک میں اس کی سچائی تلاش کرے، دنیا میں ہر خطہ پر بڑی شخصیتوں نے جنم لیا، لیکن آج کا انسان ان کے بارے میں لاعلم ہے، اور اکثر یہ شخصیات انسانی علم سے اوجھل ہیں، لیکن جو چند اشخاص علمِ تاریخ کے دائرے میں آگئے ان کے حالات زندگی مکمل طور پر معلوم نہیں ہیں جن کی روشنی میں انسان اپنے لئے راہنمائی تلاش کر سکے، اور ان کے حالات اتنے مختصر ہیں کہ اُن کی شخصیت کے بارے میں وضاحت موجود نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ جن کے پیروکار تسلسل کے ساتھ موجود ہیں لیکن اُن کے پاس بھی ان انبیاء کرام کے حالاتِ زندگی مکمل طور پر موجود نہیں ہیں اور جو معلومات موجود ہیں وہ انسانیت کی راہنمائی کا مکمل سامان فراہم کرنے سے قاصر ہیں اسی طرح دیگر مذاہب، بدھ مت، ویدک دھرم، آرین دھرم اور زرتشت کے پیشواؤں کے حالاتِ زندگی بھی تاریخی سچائیوں سے محروم ہیں لیکن پیغمبر آخرالزماں ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا ایک ایک لمحہ آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی مکمل اور اصل حالت میں موجود ہے۔

آج مذاہب کی تاریخ میں کتنے لوگ ہیں جو یہ دعویٰ کر سکیں کہ ہمارے اوتار، ہمارے پیغمبر، ہمارے بھگوان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ محفوظ ہے اگر وہ یہ دعویٰ کریں گے بھی تو اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوگی کتابیں بتاتی ہیں کہ بعض مذاہب والے تو اپنی

کتابیں بھی محفوظ نہ رکھ سکے لیکن ہمیں فخر ہے کہ ہم نے اپنا سرمایہ مذہب محفوظ رکھا ہے۔

اگر فرد اور معاشرتی زندگی کی تربیت کیلئے عقل وفہم، تدابیر حکمت، تربیت گاہیں، خانگی زندگی کی تربیت کیلئے مختلف طریقوں کی ایجاد اور گھریلو زندگی کے سکون کیلئے لٹریچر، اور ان سب سے بڑھ کر سرمایہ اور وسائل ان سب کی موجودگی بنیادی ضرورت ہوتی تو آج یہ سب کچھ اہلِ یورپ یا مغرب کے پاس یہ سب کچھ موجود ہے، لیکن اس کے باوجود ان کی اپنی قراردادوں اور اعلانوں کے مطابق آج وہاں معاشرتی زندگی کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی ہیں اور امن واطمینان سے وہ لوگ میلوں دور ہوتے جا رہے ہے، اس کی وجہ اسباب کی کمی نہیں بلکہ مسبب الاسباب سے رابطے کی کمی ہے اور اس ذاتِ اقدس ﷺ کی سیرت مبارکہ کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی کمی ہے جس کے بارے میں قرآن پاک راہنمائی کرتا ہے کہ:

﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (۲۰)

"اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ"

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کبھی کسی فرد یا معاشرے نے آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کی طرف رجوع کیا اسے راہنمائی کے لیے مکمل سامان میسر آیا اور زندگی کا کوئی پہلو ایسا ثابت نہیں کیا جا سکا جس کے لئے سیرتِ نبوی میں راہنمائی موجود نہ ہو اور پھر اس راہنمائی میں کامیابی نہ ہو سیرتِ مبارکہ انسان کی مجموعی ترکیب اور مکمل جسمانی ساخت (جسم، عقل اور روح) کو مدِ نظر رکھ کر اس کی فطرت کے موافق نظامِ حیات مہیا کرتی ہے سیرتِ مبارکہ ایک طرف انسانی وجود کو یہ موقع فراہم کرتی ہے کہ اس وجود کے بعض پہلو اُبھرتے اور اوجھل ہوتے رہیں اور پھیلتے اور سکڑتے رہیں کوئی لمحہ عبادت کا ہو کوئی گھڑی سوچ وفکر کی ہو، کوئی وقت عملی جدو جہد کا ہو اور کوئی ساعت جسمانی لذت وسرور کی ہو تو اس کی مکمل راہنمائی کی جائے اور دوسری طرف ان تمام مواقع کے حصول کے لئے انسان کی راہنمائی کا سامان لیے ہوئے ہے سیرتِ مبارکہ انسان کو زندگی کے کسی بھی پہلو میں تنہا نہیں چھوڑتی اور سب سے اہم پہلو سوچ وفکر میں بھی اس کی راہنمائی اس انداز سے کرتی ہے کہ اس کا رشتہ اللہ سے استوار رہتا ہے یعنی انسان کی فکر وروح میں ہم آہنگی برقرار رہتی ہے بلکہ سیرتِ مبارکہ انسان کو جسمانی لذت وسرور کی گھڑیوں میں بھی بالکل تنہا نہیں رہنے دیتی اور اس کا تعلق اللہ سے جوڑتی ہے چنانچہ سیرتِ طیبہ کی ہدایات یہ ہیں کہ انسان جب کھائے پیئے تو بسم اللہ پڑھ کر شروع کرے حتیٰ کہ اگر کوئی شب باشی کے لئے اپنی بیوی کے پاس جائے تو تب بھی بسم اللہ پڑھے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"عن ابی ذر قال قال رسول الله ﷺ ان بكل تسبيحة صدقة و كل تكبيرة صدقة و كل تحميدة صدقة و كل تهليلة صدقة و امر بالمعروف صدقة ونهى عن المنكر صدقة وفى بضع احدكم صدقة قالوا يا رسول الله ﷺ اياتى احدنا شهوته و يكون له فيها اجر قال ارايتم لو وضعهافى حرام اكان عليه فيه وار فكذلك اذا وضعها فى الحلال كان له اجر"(۲۱)

"ابی ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمھارے اپنی بیویوں کے پاس جانے کے عمل میں بھی

ثواب رکھا گیا ہے، صحابہؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا ہماری نفسانی خواہش پر بھی ثواب ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ کیوں نہیں کیا اگر تم اس خواہش کی تکمیل حرام طریقے پر کرتے تو کیا گناہ نہ ہوتا اسی طرح جب تم اس کی جائز طریقے پر تکمیل کرتے ہو تو اس پر ثواب بھی ہے"

سیرتِ مبارکہ نے خالص دنیاوی اداروں مثلاً شادی، میراث اور اقتصادی سرگرمیوں اور صلح و جنگ کے معاملات کو عقیدت کی اساس پر استوار کیا ہے اور سب کو عقل، جسم اور روح کے ساتھ مربوط کر کے ہر ایک کے بارے میں ہدایاتِ ربانی بتلائی ہیں۔

اسلام میں تربیتِ فرد کے ذرائع:

قرآن و حدیث کی ورق گردانی سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ انسان کا تعلق اپنے خدا کے ساتھ چار بنیادوں پر قائم رہتا ہے:

۱: ایمان:

ایمان سے متعلق قرآن پاک میں یوں ارشاد ہوتا ہے کہ:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴾ (۲۲)

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول ﷺ پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں، ایمان لاؤ! جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اسکی کتابوں سے اور اسکے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا"

اسی طرح حدیث جبرائیل میں ہے کہ جب ایک سائل مختلف سوالوں کے بعد آپؐ سے یہ سوال کرتا ہے کہ حضور مجھے بتلائیے کہ ایمان کیا ہے؟ حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: كان النبي ﷺ بارزا يوما للناس، فأتاه جبريل فقال: ما الإيمان؟ قال: (أن تؤمن بالله و ملائكته و بلقائه و رسله و تؤمن بالبعث) (۲۳)

"ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اس کے فرشتوں کا اور اس سے ملنے کا اور اس کے پیغمبروں کا یقین کرے اور مر کر جی اٹھنے کو مانے"

۲: عبادات:

یہ اللہ تعالیٰ سے ہمارے تعلق کی بنیاد ہے، جس کا ذکر قرآنِ پاک میں اس طرح ہوا ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ (۲۴)

'' میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں ''

عبادات کی تین اقسام ہیں:

۱:قولی ۲:مالی ۳:بدنی

۱:قولی عبادات:

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، یہی وہ خاص بنیادی نقطہ ہے جس کی وضاحت اور جسے اپنے بندوں کے دلوں میں راسخ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو مبعوث فرمایا، تمام انبیاء و رسل کی دعوت کا مرکزی موضوع یہی تھا، اور امام الانبیاء نے بھی مکی دور کی تیرہ سالہ پیغمبرانہ زندگی اپنی دعوت و تبلیغ کو اصلاحِ عقائد اور تعلیم پر ہی مرکوز رکھا، خود اللہ تعالیٰ نے اسی موضوع پر خوب زور دیا ہے ابتدا ہی سے اس موضوع پر زبردست توجہ دی گئی اور اسی نقطہ کی وضاحت کے لئے انبیاء نے ہر قسم کی مشکلات کو برداشت کیا تاکہ بندگانِ خدا اپنے خالق و مالک کو پہچان سکیں اور اس ہی کی معرفت حاصل کریں، اور ان کی جبینِ نیاز میں جب بھی سجدہ تڑپے تو اپنے مالک کی چوکھٹ پر ہی سجدہ ریز ہوں، جب بھی عبادت کریں تو صرف اس کی کریں، پکاریں تو اس کو پکاریں، مانگیں تو اسی سے مانگیں، ڈریں تو اسی سے ڈریں، جئیں تو اسی کے لئے جئیں، اور مریں تو اسی کے لئے مریں، جب کہ قرآنِ پاک میں ہے کہ:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ (۲۵)

'' آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے''

لا الٰہ الا اللہ کہہ کر انسان یہ اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری کوئی شخصیت یا ہستی عبادت کے لائق نہیں، عبادت صرف نماز، روزے، حج اور زکوٰۃ ہی کا نام نہیں ہے بلکہ قولی عبادت میں دعا و پکار اور ذکر و اذکار بھی ہے، دعا و پکار کے عبادت ہونے کی دلیل کے لئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ﴾ (۲۶)

'' اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے''

اس آیت میں اللہ نے دعا یا پکارنے کو اپنی عبادت قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گمان کے پاس ہے اور اللہ تعالی ہر وقت اپنے بندوں کے ساتھ ہے جب وہ اسے بلاتے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ یقول انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا دعانی" (۲۷)

''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوں (علم اور سمع اور مدد اور توفیق اور اجابت سے) جب وہ مجھے بلا دے''

جب کہ نماز کی ہر حرکت میں انسان یہ اعتراف کرتا ہے ''ایاك نعبد'' اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

۲: مالی عبادت:

عبادت کی اقسام میں دوسری قسم مالی عبادات ہیں جیسے صدقہ، خیرات کرنا، قربانی دینا، زکوٰۃ دینا اور نذر و نیاز دینا وغیرہ، یہ سب چیزیں مالی عبادات میں شمار ہوتی ہیں، یہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہونی چاہئیں، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ (۲۸)

''پس تو اپنے رب کیلئے نماز پڑھ اور قربانی کر''

اسی طرح ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ:

''عن عامر بن واثلہؓ قال سأل رجل علیا هل كان رسول الله ﷺ يسر اليك شيئا دون الناس فغضب علی حتی احمر وجهه وقال ما كان يسر الی شيئا دون الناس غير انه حدثنی باربع كلمات وانا وهو فی البيت فقال لعن الله من لعن والده لعن الله من ذبح لغير الله ولعن الله من اوی محدثا و لعن الله من غير منار الارض'' (۲۹)

۳: بدنی عبادت:

عبادت کی اقسام میں بدنی عبادات بھی ہیں، جیسے نماز پنجگانہ، تہجد اور دیگر نوافلِ رمضان المبارک کے روزے یا دیگر نفلی روزے اور حج وغیرہ جبکہ حج ایک ایسی عظیم الشان عبادت ہے کہ اس میں مال خرچ ہوتا ہے، اس لئے یہ مالی عبادت بھی ہے، ذکر و اذکار اور دعاؤں کے بکثرت ہونے کی وجہ سے یہ قولی عبادت بھی ہے اور سفر کی مشقتوں کی بناء پر یہ بدنی عبادت بھی ہے، گویا کہ حج مالی، قولی اور بدنی ہر قسم کی عبادات کا مجموعہ ہے ایسے ہی سجدہ بھی بذاتہٖ ایک عبادت ہے اور بدنی عبادت کی یہ تمام اقسام اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں، ایک مسلمان جو حج تو اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہے اور بیت اللہ کا طواف بھی اسی کی عبادت سمجھ کر کرتا ہے جیسے کہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

﴿ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ لْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴾ (۳۰)

''پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں''

اسی بناء پر حکمِ الٰہی عین عبادت ہے اور باعث اجر و ثواب ہے ایسے ہی مسلمان نمازوں میں تو اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے جیسے کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴾ (۳۱)

''اور سجدہ کر اور قریب ہو جا''

حکمِ الٰہی کی رو سے عبادت ذریعہ نجات اور قربِ الٰہی ہے، الغرض عبادات کے جتنے بھی انداز ہیں، انہیں کسی غیر اللہ کے لئے اختیار کرنا صحتِ عقیدہ کے منافی ہے اسی لئے ہر انسان کو اپنے عقیدے کی اصلاح کرنی چاہئے تا کہ آخرت کی زندگی میں اپنی عبادات کا ثمر پا سکیں، اللہ تعالیٰ کے دائرہ عبدیت سے کائنات کی کوئی چیز خارج نہیں، ذرہ ذرہ اس کی غلامی میں جکڑا، اس کی غلامی کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے، انسان کے اعضاء اس کی غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں، زبان بولنے اور چکھنے کا کام کر رہی ہے، کان سننے کا کام کر رہے ہیں، دل وہی کام کر رہا ہے جو قدرت نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہے اس طرح معدہ و آنتیں اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں، عبدیت اور عبادت میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ عبدیت غیر اختیاری ہے اور عبادات اختیاری ہیں، انسان سے عبدیت کا نہیں، عبادت کا مطالبہ ہے کیونکہ عبد تو ہے ہی البتہ جن معاملات میں اس کو ارادے اور عمل کی آزادی دی گئی ہے اُن میں بھی وہ بندگی اور غلامی کی روش اختیار کرے، یہی عبادت ہے۔ اس کو اپنا آقا، مالک اور حاکم و مقصود سمجھے اور خود کو اس کا غلام و مملوک اور محکوم و عابد سمجھے، اس غلامی کا تقاضہ ہی یہ ہے کہ غلام کی مرضی آقا کی مرضی میں ضم ہو جائے، ایک غلام وہی کھائے گا جو آقا اس کو کھلائے گا وہی پہنے گا جو آقا اس کو پہنائے گا وہ ہر لمحہ اس کی رضا اور خوشنودی کا طلب گار رہتا ہے، اللہ تعالیٰ سے بندگی اور غلامی کا یہ تعلق جتنا مستحکم ہو گا وہ اتنا ہی کمال انسانیت حاصل کرے گا کیونکہ عبد کامل ہی انسان کامل ہوتا ہے۔ رسول ﷺ کو انسان کامل اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ عبد کامل ہیں، بڑا اشرف ہے کہ قرآن پاک میں آپ کو زیادہ تر موقعوں پر عبد ہی کے لقب سے یاد فرمایا گیا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی یہ ایک غلامی ہزاروں غلامیوں سے نجات دلاتی ہے۔

۳: محبت:

یہ اللہ تعالیٰ سے ہمارے تعلق کی تیسری بنیاد ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر کیا ہے جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں، ارشاد ہے:

﴿وَ اَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ﴾ (۳۲)

''اور احسان کرو، اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہماری محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اس کی بتائی ہوئی شریعت اور احکامات پر عمل کریں، اور اس کے رسولوں کی پیروی کریں، تب ہی اللہ تعالیٰ سے ہماری محبت ہوگی اس کے علاوہ اگر ہم کسی اور راستے پر چل نکلے اور اس کے بتائے ہوئے دین پر عمل نہ کیا، تو اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہماری محبت کا اظہار نہیں ہوگا اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ:

﴿قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ﴾ (۳۳)

''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے''

عبد کی حیثیت سے معبود سے محبت کرنا فطری عمل بھی ہے اور ایمان وعبدیت کا تقاضہ بھی ایک غلام کو اپنے آقا سے جتنی محبت ہوتی ہے اتنی کسی غیر سے نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ سے اس تعلق کی بنیاد صحیح معنٰی میں اس وقت مستحکم ہوتی ہے، جب انسان کا ہر کام خدا کے لئے ہو کر رہ جائے اس کے ہر چھوٹے بڑے فعل کا محور، ذاتِ خداوندی ہو جائے وہ جسم جان کے تقاضے پورے کرے تو اسی لئے کرے کہ خدا نے اس کو اس چیز کا حکم دیا ہے وہ بیوی بچوں کیلئے معیشت کرے تو اس لئے کرے کہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے وہ کسی کا احترام کرے تو اس لئے کرے کہ خدا نے حکم دیا ہے جیسے کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

"عن انس ؓ قال قال رسول الله ﷺ ثلث من کن فیه وجد طعم الایمان من کان یحب المرء لا یحبه الا لله ومن کان الله و رسوله احب الیه ممّا سوا هما و من کان ان یلقیٰ فی النار احب الیه من ان یرجع فی الکفر بعد ان انقذه الله منه " (۳۴)

''انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس میں تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پائے گا۔ جو شخص کسی سے دوستی رکھے پھر اس سے دوستی نہ رکھتا ہو مگر خدا کیلئے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دوستی رکھے دوسرے اور سب لوگوں سے یا چیزوں سے زیادہ اور جو آگ میں ڈالا جانا پسند کرے مگر پھر کفر اختیار کرنا پسند نہ کرے جب خدا نے اس کو کفر سے نجات دی''

انسان کو خدا سے اتنی محبت ہو کہ ہر محبت اس کے آگے مغلوب ہو جائے اس کی عملی صورت یہی ہے کہ اس کا ہر کام خدا کی رضا اور خوشنودی کیلئے ہو۔

۴: اتباع رسول ﷺ:

قرآن پاک میں آپ کی حیات طیبہ کو مسلمانوں کیلئے اسوۂ حسنہ اور بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے اور آپؐ کے ارشادات اور احکام کی غیر مشروط اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس موضوع کا دوسرا رخ بھی بیان کر دیا ہے کہ اگر کسی نے میری اور میرے رسول کی نافرمانی کی تو اس انجام بھی اچھا نہ ہوگا۔ ارشاد ہے:

﴿وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ﴾ (۳۵)

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لیے رسوا کن عذاب ہے''

آپؐ کے فیصلوں کی نافرمانی کو عدمِ ایمان کی نشانی اور آپ کی اطاعت کو ایمان کی علامت بتاتے ہوئے قرآن پاک میں یوں ارشاد ہے کہ:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ (۳۶)

''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں''

وہ امور جن سے انسان اپنی تربیت واصلاح صحیح معنوں میں کر سکتا ہے اور اپنے تعلق کو اللہ کے ساتھ مضبوط کر سکتا ہے ان میں سے ایک اتباع رسول بھی ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے کہ:

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ "كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، إِلَّا مَنْ أَبَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَنْ يَأْبَى قَالَ "مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى" (۳۷)

''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے سب لوگ (گو وہ گناہ گار ہوں ایک نہ ایک دن بہشت میں جائیں گے) مگر جو میری نافرمانی کرے، صحابہ ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نافرمانی کرنے سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا جس نے میری بات سنی (میری اطاعت سب کی اطاعت پر مقدم رکھی) وہ تو بہشت میں جائے گا، جس نے میری بات نہ سنی وہ دوزخ میں جائے گا''

ایک اور مقام پر آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری اطاعت کا حق تم اس وقت تک ادا نہیں کر سکتے ہو جب تک تم اپنی خواہشِ نفس کو ختم نہیں کر لیتے اور صحیح معنوں میں اس حدیث کے مصداق نہیں بن جاتے، فرمایا:

''عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین'' (۳۸)

''انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی تم میں سے مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو میری محبت اولاد، ماں، باپ اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو''

سیرت مبارکہ کے تیار کردہ فرد و معاشرہ کی خصوصیات:

سرورِ کائنات کو گو خدا نے تمام عالم کی اصلاح کے لئے بھیجا تھا اور اسی بناء پر ایسی شریعتِ کامل عطاء کی جو نہ صرف عرب بلکہ تمام عالم کے لئے ابد تک کافی ہے لیکن کوئی شریعت، کوئی قانون، کوئی دستور العمل اس وقت تک کارآمد اور مفید نہیں ہو سکتا جب تک اس کے ساتھ ایسا گروہ موجود نہ ہو جو اس شریعت کی عملی تصویر ہو اور جس کی ہر بات، ہر ادا، ہر جنبش عملی خطیب بن کر گرد و پیش کو اپنا ہم زباں اور اپنا ہم عمل بنا لے اس بناء پر خاتم الانبیاء کا سب سے اہم مقصد ایک خاص قوم کو تربیت دے کر اصلاحِ عالم کے لئے تیار کرنا تھا۔ (۳۹)

دوست دشمن سب کو اس کا اعتراف ہے کہ انبیاء میں یہی برگزیدہ ہستی ہے کہ جس نے کم سے کم مدت میں اپنی بعثت و رسالت کے زیادہ سے زیادہ فرائض ادا کیے اور اصلاحاتِ انسانی کا کوئی گوشہ ایسا نہ چھوڑا جس کی تکمیل اس کی تعلیم اور عمل سے نہ ہو

گئی ہو اور یہ اس کے لئے تمام انبیاء میں خاتمِ نبوتؐ، مکمل دین اور آخری معلم کی حیثیت آپؐ ہی کو عطا ہوئی تھی، اگر انسان کی عملی و اخلاقی و دینی ضرورتوں کا کوئی گوشہ آپؐ کے فیض سے محروم رہ کر تکمیل کا محتاج ہوتا تو آپؐ کے بعد بھی کسی آنے والے کی حاجت باقی رہ جاتی حالانکہ آپؐ نے فرمایا ہے:

"عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال فضلت علی الانبیاء بستٍ اعطیت جوامع الکلم و نصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض طھورًا ومسجدًا و ارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیّون" (۴۰)

''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ کو چھ باتوں کی وجہ سے اور پیغمبروں پر فضیلت دی گئی پہلی تو مجھ کو وہ کلام ملا جس میں لفظ تھوڑے اور معنی بہت ہیں اور میں مدد دیا گیا رعب سے اور مجھے غنیمتیں حلال کی گئیں اور میرے لیے ساری زمین پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ کی گئی اور میں تمام مخلوقات کی طرف بھیجا گیا اور میرے اوپر نبوت ختم کی گئی''

عقائد ہوں کہ عبادات، اخلاق ہوں کہ آدابِ تمدن، خانگی معاملات ہوں یا لین دین کے کاروبار، انسان کے ساتھ معاملہ ہو یا خدا کے ساتھ سب کا ماخذ آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ ہے ہر انسان کا تعلق تو اپنے خالق کے ساتھ ہے جس کا تعلق ایمان سے ہے اور دوسرا تعلق اپنے خالق کی دوسری مخلوقات کے ساتھ ہے جس کا تعلق عملِ صالح سے ہے، قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ﴾ (۴۱)

''اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کیے انہیں میں اپنے نیک بندوں میں شمار کرلوں گا''

گویا فردِ صالح کی دو بنیادی خصوصیات یہ ہیں:

۱: ایمان ۲: عملِ صالح

ایمان کیا ہے؟

ایمان کے بارے میں آپؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

"عن ابی ھریرۃؓ قال کان رسول اللہ ﷺ یوماً بارزاً للناس فاتاہ رجل فقال یا رسول اللہ ما الایمان قال ان تؤمن باللہ و ملٰیکتہ و کتبہ ولقآئہ ورسلہ و تؤمن بالبعث الاخر" (۴۲)

''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن لوگوں میں آئے اتنے میں ایک شخص آیا اور بولا: یا رسول اللہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو یقین کرے دل سے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس سے ملنے پر اور اس کے پیغمبروں پر اور یقین کرے پچھلے جی اٹھنے پر''

شاہ ولی اللہ ایمان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کامل ایمان یہ ہے کہ عقل فطرت پر یوں غالب آجائے، مقتضائے عقل

مقتضائے طبعی سے بہتر معلوم ہو یہی معاملہ رسول ﷺ سے محبت کا رہا ہے عشقِ نبی ﷺ کی یہ حالت کاملین میں دیکھی جاتی ہے کسی نے آپؐ سے پوچھا یا رسول اللہ مجھے اسلام میں کوئی ایسی بات ارشاد فرمایئے کہ پھر آپؐ کے بعد کسی سے دریافت نہ کروں اور ایک روایت ہے کہ پھر آپؐ کے سواء کسی اور سے دریافت نہ کروں آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا: قل امنت باللہ ثم استقم (یہ کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر قائم رہ) اس ارشاد کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے سامنے فرمانبرداری اور اسلام کے حالات رکھے پھر جو کام اس کے مناسب ہو اس کو کیا کرے اور جو اس کے خلاف ہو اسے ترک کر دے۔ (۴۳)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عدی بن عدی کو لکھا:

"و کتب عمر بن عبدالعزیز الی عدی بن عدی: ان للایمان فرائض و شرائع وحدود او سننا، فمن استکملها استکمل الایمان، ومن لم یستکملها لم یستکمل الایمان" (۴۴)

"بیشک ایمان کے تقاضے، احکام، حدود اور طریقے ہیں جس نے ان تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کی اس نے ایمان کو مکمل کرنے کی کوشش کی اور جس نے انہیں پورا نہیں کیا اس نے ایمان مکمل نہیں کیا"

مفتی محمد شفیعؒ کے نزدیک ایمان کی تعریف یہ ہے کہ "اصطلاحِ شرح میں خبرِ رسول کو بغیر مشاہدہ کے محض رسول ﷺ کے اعتماد پر یقینی طور سے مان لینے کا نام ایمان ہے ایمان قلب سے شروع ہوتا اور ظاہر عمل پر پہنچ کر مکمل ہوتا ہے۔ (۴۵)

عملِ صالح کیا ہیں؟:

ایمان بنیادی اصولوں پر یقین کامل رکھنے کا نام ہے اور عملِ صالح اُن اصولوں کے مطابق عمل کا، کسی بات کا تنہا علم و یقین کامیابی کے لئے کافی نہیں جب تک اس علم اور یقین کے مطابق عمل بھی نہ ہو۔ (۴۶)

ابوالکلام آزادؒ کے بقول: "عمل سے مقصود وہ اعمال ہیں جنہیں قرآن نے اعمالِ صالحہ قرار دیا ہے" (۴۷)

"عملِ صالح"، کا مفہوم بہت وسیع ہے اس کے اندر انسانی اعمالِ خیر کے تمام جزئیات داخل ہیں تاہم ان کی جلی تقسیمات حسب ذیل ہیں:

۱: عبادات ۲: اخلاق ۳: معاملات (۴۸)

الغرض سیرتِ مبارکہ کے تیار کردہ فرد و معاشرے میں وہ خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں جن سے معاشرے میں امن و سکون کا دور دورہ ہوتا ہے اور وہ فرد و معاشرہ آئیڈیل بن جاتا ہے، ویسے تو سیرتِ مبارکہ فرد و معاشرے میں ان گنت خوبیاں پیدا کرتی ہے لیکن یہاں ان میں سے چند ایک کا ذکر تفصیلاً کیا جاتا ہے۔

۱: حقوق العباد:

سیرتِ نبی کے تیار کردہ فرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا رہے جب فوت ہو جائے تو اس کے جنازے

میں شریک ہو اور اس کے کفن دفن کا بندوبست کرے، اس کی چھینک کا جواب دے، اس کی دعوت قبول کرے اور اس کے سلام کا ایسا ہی یا اس سے اچھا جواب دے، اسی طرح کسی مسلمان یا ذمی کو اسلحہ وغیرہ دکھا کر یا کسی اور طرح دہشت زدہ نہ کرے۔ ایک دوسرے کے عیبوں پر پردہ ڈالنے اور پوشیدہ باتوں کو چھپانے والا ہو آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

"عن ابی برزة الاسلمیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ یا معشر من امن بلسانه ولم یدخل الایمان قلبه لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتهم فانه من اتبع عوراتهم یتبع الله عورته ومن یتبع الله عورته یفضحه فی بیته" (۴۹)

"ابی برزۃ الاسلمیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے وہ لوگو! جو زبان سے اسلام لائے ہو اور ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں نہیں اترا، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے پوشیدہ رازوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو"

بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کا حکم دیا اور فحش گوئی سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

"عن عبداللہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لیس المومن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی" (۵۰)

"عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں ہے مومن طعن کرنے والا اور نہ لعنت کرنے والا اور نہ فحش بکنے والا اور نہ بیہودہ گو"

۲: محبت کا داعی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ (۵۱)

" اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ"

سیرت مبارکہ کا پیغام محبت کی دعوت اور تفرقے کا خاتمہ ہے، آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

"عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: "إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا۔" وَشَبَّكَ أَصَابِعَهُ" (۵۲)

"مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ، دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے"

اسی طرح معاشرے میں محبت کے پھیلاؤ کے لئے مسلمان اور کافر سب کے ساتھ عادلانہ برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ (۵۳)

"اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، کسی

قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے، عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے"

۳: احساسِ ذمہ داری:

فرد کی معاشرے کے لئے وہی حیثیت ہے جو بدن کے لئے خلیے کی حیثیت ہے جس طرح بدن اسی وقت صحت مند رہتا ہے جب اس کے تمام خلیے درست ہوں اور ہر خلیہ اپنا کام بہتر طور پر انجام دے رہا ہو اسی طرح معاشرہ اسی وقت درست اور صحت مند ہوتا ہے جب اس کے تمام افراد درست ہوں اور اپنی ذمہ داریاں، فرائض بہتر طور پر انجام دے رہے ہوں، متوازن اور کامل شخصیت کی اہم صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ فرد میں ہر اعتبار سے ذمہ داری کا احساس ہو، خواہ خاندان سے متعلق ذمہ داریاں ہوں یا اس ادارہ سے متعلق ہوں جس میں آدمی کام کرتا ہے یا ساتھیوں، رفیقوں، پڑوسیوں اور دوسرے ملنے جلنے والے لوگوں سے متعلق ذمہ داریاں ہوں یا پورے معاشرے یا پورے عالمِ انسانیت سے متعلق عائد ہونے والی ذمہ داری ہو جب معاشرے کا ہر فرد دوسرے ان افراد سے متعلق اپنی ذمہ داری محسوس کرتا ہے جن کی دیکھ بھال اور نگرانی اس کے ذمہ ہے اور اپنے کام کے سلسلہ میں ذمہ داری محسوس کرتا ہے نیز معاشرے کے عمومی مفاد یعنی معاشرے کو ترقی دینے کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری محسوس کرتا ہے تو معاشرے کے تمام افراد امن وخوشحالی میں رہتے ہیں، سب لوگوں کا بھلا ہوتا ہے، متوازن شخص دوسروں کے بارے میں اپنی اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داری کا احساس رکھتا ہے اس لئے وہ ہمیشہ دوسروں کی مدد کرنا چاہتا ہے اور ان کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھاتا ہے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی تربیت میں اس بات پر بھی توجہ فرمائی کہ ان میں احساسِ ذمہ داری پیدا ہو۔ حدیث مبارکہ ہے کہ

"عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ انہ قال الا کلکم راعٍ و کلکم مسئول عن رعیّتہ فالامیر الذی علی الناس راعٍ وھو مسئول عن رعیّتہ والرجل راعٍ علی اھل بیتہ وھو مسئول عنھم والمراۃ راعیۃ علی بیت بعلھا وولدہ وھو مسئولۃ عنھم والعبد راعٍ علی مال سیدہ وھو مسئول عنہ الا فکلکم راعٍ و کلکم مسئول عن رعیّتہ" (۵۴)

"حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی، جو شخص لوگوں کا حاکم ہے وہ راعی ہے اسے اپنی رعیت کے سلسلے میں جواب دہی کرنی ہوگی اور آدمی حاکم ہے اپنے گھر والوں کا اس سے سوال ہوگا ان کا اور عورت حاکم ہے اپنے خاوند کے گھر کی اور بچوں کی اس سے ان کا سوال ہوگا اور غلام حاکم ہے اپنے مالک کے مال کا اس سے اس کا سوال ہوگا غرض یہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور تم میں سے ہر ایک سے سوال ہوگا اس کی رعیت کا"

۴: خود اعتمادی:

آپ کی تربیت نے مسلمانوں کی خود اعتمادی میں بے پناہ اضافہ کر دیا انہیں نقص، ضعف اور خوف کے احساس سے نجات

دلائی، انہیں عزتِ نفس، اظہارِ رائے کی جرأت اور لوگوں سے خوف کے بغیر اپنے خیالات و احساسات کی ترجمانی کی ترغیب دی،
حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عن ابی سعیدؓ قال قال رسول الله ﷺ لا یحقر احدکم نفسه قالوا یا رسول الله ﷺ کیف یحقر احدکم نفسه قالوا یری امراً لله علیه فیه مقال ثم لا یقول فیه فیقول الله عزوجل له یوم القیامة ما منعك ان تقول فی کذا فیقول خشیة الناس فیقول فایای کنت احق ان تخشی" (۵۵)

''ابی سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنے کو حقیر نہ سمجھے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی اپنے کو کس طرح حقیر سمجھے گا؟ آپؐ نے جواب دیا کہ کوئی ایسی چیز دیکھے جو احکام الٰہی کے اعتبار سے قابلِ نکیر ہے پھر بھی اس پر نکیر نہ کرے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز فرمائیں گے فلاں فلاں باتوں پر تم نے نکیر کیوں نہ کی؟ وہ جواب دے گا ''لوگوں کے ڈر سے'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں اس کا زیادہ حق دار تھا کہ تم مجھ سے ڈرتے''

انسان کے اندر خود اعتمادی پیدا ہونے میں اس سے بھی مدد ملتی ہے کہ انسان کا خود اپنے بارے میں اچھا تصور ہو انسان کا اپنے بارے میں جو تصور ہوتا ہے اس کا اس انسان کی زندگی پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے اگر انسان کا اپنے بارے میں یہ تصور ہے کہ میں لوگوں کی محبت اور قدر دانی کا اہل ہوں اور میں کامیاب اور صاحبِ اہلیت ہوں تو اس کی زندگی بھی عموماً اس تصور سے ہم آہنگ ہوتی ہے اور اگر اپنی ذات کے بارے میں انسان کا تصور یہ ہے کہ میں لوگوں کی محبت اور قدر دانی کا اہل نہیں ہوں اور میں ناکام اور نااہل شخص ہوں تو اس کی زندگی بھی اسی تصور سے ہم آہنگ ہوگی لہذا اس میں خود اعتمادی کا فقدان ہوگا انسان کا اپنے بارے میں تصور اس کے سماجی نشو و نما کے دوران والدین اور اہلِ خانہ کے برتاؤ اور بہت سے مواقع پر اپنے ذاتی تجربات کے نتیجے میں قائم ہوتا ہے، آپؐ اپنی اولاد اور نواسوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے میں انسانی نمونہ تھے صحابہ کرامؓ آپؐ کی پیروی کرتے، آپؐ صحابہ کرامؓ کو اولاد کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی ترغیب دیتے حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"انس بن مالكؓ یحدث عن رسول الله ﷺ قال اکرموا اولادکم واحسنوا ادبهم"(۵۶)

''انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کی عزت کرو (ان کے کھانے، پینے، پہننے اور تعلیم و تربیت کا خیال رکھو) اور انہیں اچھا طریقہ سکھاؤ''

۵: قیام خیر و رفع شر کا پیکر:

سیرتِ مبارکہ سے ایسا معاشرہ پیدا ہوتا ہے جس میں نیکی و بدی کے پیمانے مقرر ہوتے ہیں اور اگر معاشرے کے افراد ان سے تجاوز کرتے ہیں تو ان کے لئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اصول بھی بنائے گئے ہیں اور ہر فرد کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہے بدی سے خود بچنے اور دوسروں کو بچانے کی ہدایات دی گئیں ہیں قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ:

﴿وَ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ (۵۷)

''اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ و زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو''

آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

''عن ابی سعید الخدریؓ عن رسول الله ﷺ قال: من رای منکم منکرا فلیغیرهُ بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه و ذٰلك اضعف الایمان'' (۵۸)

''ابو سعید خدریؓ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ تم میں سے جو شخص کسی غیر شرعی کام کو دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اسے روکے اگر (ہاتھ سے روکنے کی) طاقت نہ ہو زبان سے روکے اور اگر (زبان سے روکنے کی) طاقت نہیں تو دل سے (برا جانے) اور دل سے برا جاننا ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے''

۶: معیارِ فضیلت تقویٰ:

سیرتِ مبارکہ کا تیار کردہ فرد کسی خاندان یا رنگ و نسل کی بنا پر کوئی تفریق نہیں کرتا جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ﴾ (۵۹)

''اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے''

اس حوالے سے آپ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ:

''عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ اثنان فی الناس هما بهم کفر الطعن فی النسب و النیاحة علی المیت'' (۶۰)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگوں میں دو باتیں موجود ہیں اور وہ کفر ہیں ایک حسب و نسب میں طعنہ زنی اور دوسری، میت پر نوحہ کرنا''

۷: میانہ روی:

سیرتِ مبارکہ ہر چیز میں فرد کی راہنمائی کرتی ہے مثلاً شجاعت کا مطلوب بزدلی ترک کرنے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کا درمیانی راستہ ہے اسی طرح جود و سخا، بخل اور فضول خرچی کے درمیان میانہ روی کی راہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا﴾ (۶۱)

''اور اپنا ہاتھ اپنی گردن کے ساتھ بندھا نہ رکھ اور نہ اسے پوری طرح کھول کہ پھر ملامت زدہ اور تھکا ہارا ہو کر بیٹھ رہے''

ہر چیز میں وسطی راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (۶۲)

''اور (جیسے تمہیں ہدایت دی) اسی طرح ہم نے تمہیں افضل امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ رہو''

گویا سیرت مبارکہ کے تیار کردہ افراد بہترین امت ہیں ان کی زندگی محض ان کی ذات تک محدود نہیں بلکہ دوسروں کے لئے بھی موثر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ﴾ (۶۳)

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی اصلاح) کے لئے پیدا کی گئی، تم نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو''

۸: ثابت قدمی:

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ أَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ (۶۴)

''بلاشبہ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر وہ اس پر جم گئے، ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اترتے ہیں، نہ تم ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا''

سیرت مبارکہ سے فرد کے لئے استقامت اور ثابت قدمی کا درس ملتا ہے آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ

''عن سفيان بن عبدالله الثقفي قال قلت يا رسول الله قل لي في الاسلام قولا لا اسال عنه احداً بعدك وفي حديث ابي اسامة غيرك قال قل آمنت بالله ثم استقم'' (۶۵)

''سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ مجھے اسلام میں ایسی بات بتا دیجیے کہ پھر میں اس کو آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں، آپؐ نے فرمایا کہ کہہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر جما رہ، ابو اسامہ کی روایت میں ہے: آپؐ کے سوا کسی سے''

اسی طرح سیرت مبارکہ سے محبت و الفت اور باہمی اتفاق و اتحاد کی تاکید کی جاتی ہے، تفریق و انتشار اور ناروا اختلاف سے روکا جاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ (۶۶)

''اور سب مل جل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ''

۹: انفاق فی سبیل اللہ:

قیامت کے دن جب کوئی بھی مددگار نہ ہوگا اور محاسبہ کا دن ہوگا اور وکالت کرنے والا بھی کوئی نہ ہوگا اس دن جہنم سے بچانے میں زیادہ مددگار صدقہ ہوگا جیسا کہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ:

"عن ابی هریرةؓ ان رجلاً قال للنبی ﷺ ان ابی مات و ترك مالا ولم یوص فهل یکفر عنه ان اتصدق عنه قال نعم" (٦٧)

''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ایک شخص نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرا باپ مر گیا اور مال چھوڑ گیا اور اس نے وصیت نہیں کی کیا اس کے گناہ بخشے جائیں گے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں''

اپنے بیٹوں اور قریبی عزیزوں کے مستقبل کے سنوارنے کیلئے جو لوگ اپنا مال بچا کر رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کی اولاد ہوسکتا ہے کہ کہ غربت اور تنگدستی کا شکار ہو جائے اور بچایا ہوا مال کسی کام نہ آئے اور جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اپنی اولاد کے مستقبل کو اللہ کی قدرت اور رحمت کے حوالے کرتے ہیں ممکن ہے کہ ان کی اولاد خوشحالی کی زندگی بسر کرے، پہلے شخص کی منصوبہ بندی سے نہ اس کی اولاد کا فائدہ ہوا اور نہ اس کا اپنا فائدہ ہوا، جبکہ دوسرے شخص کو ہر حال میں نفع ہوگا۔

۱۰: خوف خدا:

جب انسان سیرتِ مبارکہ سے راہنمائی لیتا ہے تو سب سے پہلے اس کے دل میں خوفِ خدا اُجاگر ہوتا ہے اور یہ احساس اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے کہ اس کے تمام اعمال کی جزاء وسزا کا ایک دن مقرر ہے اور اس دن اسے خدائے واحد کے حضور پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کے مطابق جزاء وسزا کا مستحق قرار پانا ہے، صحابہ کرامؓ اس دن اور عذابِ الٰہی سے خائف رہتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ

"عن المسور بن مخرمة قال: لماطعن عمر جعل یالم، فقال له ابن عباس و کان ذاك، لقد صحبت رسول الله ﷺ فاحسنت صحبتهم، ولئن فارقتهم لتفارقنهم و هم عنك راضون قال: اما ما ذکرت من صحبة رسول الله ﷺ ورضاه فانما ذاك من من الله تعالی من به علی، و اما ما ذکرت من صحبة ابی بکر ورضاه فانما ذاك من من الله جل ذکره من به علی، و اما ما تری من جزعی فهو من اجلك و اجل اصحابك، و الله لو ان لی طلاع الارض ذهبا لافتدیت به من عذاب الله عزوجل قبل ان اراه" (٦٨)

''مسور بن مخرمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا جب حضرت عمرؓ (خنجر سے) زخمی کیے گئے (عین نماز میں) تو بے قراری کرنے لگے ابن عباسؓ انکو تسلی دینے لگے، امیر المؤمنین! کچھ اندیشہ نہیں ہے، (تم نہیں مرو گے یا اگر تم مرو تو فکر نہ کرنا چاہیئے) تم نے تو آپؐ کی صحبت اٹھائی اور اچھی طرح آپؐ کے ساتھ گزاری، جب آپؐ جدا ہوئے تو تم سے راضی جدا ہوئے، پھر تم نے ابوبکرؓ سے صحبت کی، ان سے اچھی طرح گزری، پھر لوگوں سے تمہاری صحبت رہی، اگر تم (خدانخواستہ) مر بھی جاؤ گے تو سب کو راضی چھوڑ کر مرو گے، حضرت عمرؓ نے یہ جواب

دیا، تم جو آپ کی صحبت کا ذکر کرتے ہو اور آپؐ کے وصال تک مجھ سے رضامندی، یہ تو اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا احسان تھا اور حضرت ابوبکرؓ کی صحبت اور رضامندی کا جو تم نے ذکر کیا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا مجھ پر انعام واحسان ہی ہے، تم جو میری بے قراری دیکھتے ہو (وہ کوئی زخم یا تکلیف کے درد سے نہیں) بلکہ تم اور تمہارے ساتھیوں کی فکر سے ہے، قسم خدا کی اگر میرے پاس زمین بھر کر سونا ہوتو میں اللہ کا عذاب دیکھنے سے پہلے ہی اس کو دے کر اپنے تئیں چھڑالوں''

۱۱: شوقِ جہاد وشہادت:

انسان جب کسی چیز سے ڈرتا ہے تو اس سے دور بھاگتا ہے لیکن جب انسان اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے اور عہد نبوی میں شہادت ایک ابدی زندگی خیال کی جاتی تھی اس لئے ہر شخص اس آب حیات کا پیاسا رہتا تھا جس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے:

"عن عبد الله بن قيسؓ عن ابيه قال سمعت ابيؓ وهو لحضرة العدويقول قال رسول الله ﷺ ان ابواب الجنة تحت ظلال السيوف فقال رجل رث الهيئة فقال ياآبا موسىٰ أانت سمعت رسول اللهؐ يقول هذا قال نعم قال فرجع الى اصحابه فقال اقرء عليكم السلام ثم كسر جفن سيفه فالقاه ثم مشى بسيفه الىٰ العدو فضرب به حتى قتل" (۶۹)

''حضرت عبداللہ بن قیسؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ دشمن کے سامنے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں کے تلے ہیں یہ سن کر ایک شخص اٹھا، غریب میلا کچیلا اور کہنے لگا: اے ابوموسیٰ! تم نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپؐ ایسا فرماتے تھے، انہوں نے کہا: ہاں، یہ سن کر وہ اپنے دوستوں کی طرف گیا اور کہا میں تم کو سلام کرتا ہوں اور اپنی تلوار کا نیام توڑ ڈالا پھر تلوار لے کر دشمن کی طرف گیا اور مارا دشمن کو یہاں تک کہ شہید ہوا''

۱۲: عفو ودرگزر:

سیرتِ مبارکہ انسان کے اندر عفو ودرگزر کی صفات پیدا کرتی ہے جس سے سخت سے سخت گیر انسان بھی عفو ودرگزر کرنے لگتا ہے اور آپؐ کے پیدا کردہ انسانوں کی زندگیاں قرآن کی اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہیں:

﴿وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (۷۰)

''غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے''

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ:

"عن السائب بن يزيد قال: كنت قائما فى المسجد فحصبنى رجل، فنظرت فاذا عمر بن الخطاب فقال: اذهب فاتنى بهذين، فجئته بهما. قال: من انتما۔ او من اين انتما۔؟

قال:من اهل الطائف.قال:لو كنتمامن اهل البلد لاوجعتكما،ترفعان اصواتكما في مسجدرسول الله ﷺ!" (۷۱)

''صائب بن یزید سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ میں مسجدِ نبوی میں کھڑا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے مجھ پر کنکر پھینکا،کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ ہیں،انہوں نے کہا: جا اُن دونوں شخصوں کو میرے پاس بلا لا،میں ان کو بلا لایا،حضرت عمرؓ نے پوچھا: تم کون ہو؟ یا یوں فرمایا: کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم طائف والے ہیں! حضرت عمرؓ نے کہا: اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا تم آپؐ کی مسجد میں پکارا کرتے ہو (غل مچاتے ہو) ''

۱۳: احسان:

قرآن پاک میں واضح حکم ہے کہ:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْإِحْسَانِ وَ إِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ (۷۲)

''بے شک اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے، وہ خود تمہیں نصیحت کر رہا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو''

آپؐ نے ضرورتمندوں کو قرض دینے ،نیکی کا نور پھیلانے اور احسان کرنے کی ترغیب دی ہے ۔حاجت مندوں کی ضروریات پوری کرنا،مصائب کا مداوا کرنا،اور مستعار چیزیں دینا بھی نہایت مستحسن بلکہ ضروری گردانا ہے،اور ایسا کرنے والے کے لئے دنیا اور آخرت میں بہت اچھے بدلے کا وعدہ کیا ہے،آپؐ کا ارشاد ہے:

"عن ابی هريرةؓ ان رسول الله ﷺ قال اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثةٍ الا من صدقة جارية او علمٍ ينتفع به او ولدٍ صالحٍ يدعوله" (۷۳)

''حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا عمل موقوف ہوجاتا ہے مگر تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ کا دوسرا علم کا جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں، تیسرے نیک بخت بچے کا جو اس کے لئے دعا کرے''

۱۴: شرم و حیاء:

معاشرے کے امن وسکون کیلئے شرم وحیاء ایک انتہائی لازمی جزو ہے اگر اس صفت کا خاتمہ ہوجائے تو معاشرہ برائی کی آماجگاہ بن جائے اور دوسروں کی عفت وعصمت کی حفاظت ممکن نہ رہے گی اور معاشرتی امن وسکون تباہ ہوکر رہ جائے ۔آپؐ کی ساری زندگی شرم وحیاء کا پیکر رہی آپؐ نے انہی خطوط پر صحابہ کرامؓ کی تربیت فرمائی جو معاشرے کے امن وسکون اور دوسروں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہوں صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جن سے شرم وحیاء کی بے نظیر مثالیں ملتی ہیں موطا امام محمد میں یہ روایت موجود ہے کہ

"اخبرنا مالك اخبرنا يحى بن سعيد قال سمعت عبدالله بن عامر يقول بينا انا اغسل و يتيم كان في حجرابي يصيب احدنا على صاحبه اذ طلع علينا عامر و نحن كذلك فقال

ینظر بعضکم الی عورة بعض والله انی کنت لا حسبکم خیرا منا قلت قوم ولدوا فی الاسلام لم یولدوا فی شئی من الجاهلیة والله لا ظنکم الخلف" (۷۴)

"حضرت عبداللہ بن عامرؓ ایک روز غسل کر رہے تھے ان کے والد حضرت عامرؓ ایک یتیم بچے کی پرورش کرتے تھے وہ بھی ساتھ نہار ہا تھا اور دونوں ایک دوسرے کے بدن پر پانی ڈال رہے تھے حضرت عامرؓ نے دیکھا تو کہا کہ ایک دوسرے کی شرم گاہ کو دیکھ رہے ہو۔ خدا کی قسم ہم تم کو اپنے آپ سے اچھا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ عہد اسلام میں پیدا ہوئے ہیں جاہلیت کے زمانے میں پیدا نہیں ہوئے لیکن خدا کی قسم! تم لوگ بڑے ناخلف ہو"

۱۵: دوسروں پر رحم کرنے والا:

اسلام رحمت کا دین ہے اور اپنے ماننے والوں کو بھی رحمت کا درس دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَتَلَقَّىٰٓ اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ﴾ (۷۵)

"پھر آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمے سیکھ لئے تو (اللہ نے مہربانی کرتے ہوئے) ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے"

آپ کا ارشاد ہے کہ:

"عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ الدین النصیحة ثلاث مرار قالوا یا رسول الله ﷺ لمن قال لله ولکتابه ولائمة المسلمین وعامتهم" (۷۶)

"ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اہلِ زمین پر رحم کرو آسمانوں والا (رب) تم پر رحم فرمائے گا"

الغرض دنیا کی بے سکونی اور انسانی مسائل کا مداوا صرف اسی صورت ممکن ہے کہ معاشرے سے فواحش و منکرات کا خاتمہ ہو جائے اور قیام خیر جیسی دیگر صفات پیدا ہوں تا کہ ہر کسی کو اس دنیا میں آنے کا مقصد پورا کرنے میں آسانی حاصل ہو۔ اخلاق رذیلہ سے چھٹکارے اور اخلاق حسنہ سے مستفید ہونے کیلئے کسی ایسے عملی نمونے کی ضرورت ہے جس کی زندگی ان تمام اخلاق حسنہ کا مجسمہ ہو اور اخلاق رذیلہ سے حکمت کے ساتھ روکے اور روکنے میں بھی خیر کا پہلو نمایاں ہو ایسی ہستی اور ایسا عملی نمونہ صرف اور صرف رسول خدا ﷺ کی زندگی میں موجود ہے اور جس کا ثبوت آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ پر عمل کرنے والے ان اولین افراد کی مثالیں موجود ہیں جن کیلئے صحابہ کرامؓ کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں اور آج کی زندگی میں بھی آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کے تیار کردہ افراد کی زندگیاں مشعل راہ ہیں جن کی پیروی کر کے گناہوں کی دلدل میں ناکارہ ہونے والا، کسی بھی طبقے سے تعلق رکھنے والا مکمل رہنمائی حاصل کر سکتا ہے اور معاشرے کا کارآمد جزو بن سکتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱: النساء۰۴:۲۳

۲: اصفہانی، امام راغب، المفردات فی غریب القرآن، م ط مکتبہ صدیقیہ مینگورہ سوات، س ط ندارد، ص۱۹۰

۳: ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، الافریقی المصری، لسان العرب، ص۱/۳۹۹، م ط دار صادر بیروت (لبنان)، س ط ۱۹۵۵ء

۴: سیوہاروی، محمد حفظ الرحمن، اخلاق اور فلسفۂ اخلاق، ص۲۷۰-۲۷۱، م ط مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، س ط ۱۹۷۶ء

۵: اصلاحی، امین احسن، مولانا، تزکیۂ نفس، ص۲/۱۳۳، م ط فاران فاؤنڈیشن لاہور، س ط ۱۹۹۸ء

۶: اصفہانی، امام راغب، المفردات فی غریب القرآن، ص۲۱۸

۷: اصفہانی، امام راغب، المفردات فی غریب القرآن، ص۲۱۸-۲۱۹

۸: شبلی نعمانی، علامہ/سید سلیمان الندوی، سیرت النبیؐ ص۶/۵، م ط مکتبہ الفیصل اردو بازار لاہور، س ط ندارد

۹: محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ص۱/۳۳۵، م ط مکتبہ معارف القرآن کراچی، س ط ۲۰۰۹ء

۱۰: الذاریات۵۱:۵۶ ۱۱: الروم۳۰:۳۰

۱۲: بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ وھل یعرض علی الصبی الاسلام، م ط قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، س ط ندارد، ص۱/۱۸۰

۱۳: محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ص۸/۱۷۲ ۱۴: البقرہ۲:۱-۳

۱۵: الشمس۹۱:۸ ۱۶: الشمس۹۱:۹-۱۰

۱۷: الاحزاب۳۳:۲۱ ۱۸: اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص۱۱/۵۰۵، م ط دانش گاہ پنجاب لاہور، س ط ۱۹۷۵ء

۱۹: الانبیاء۲۱:۱۰۷ ۲۰: الحشر۵۹:۷

۲۱: تبریزی، ولی الدین الخطیب، امام، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصدقہ، باب فضل الصدقۃ، ص۱/۱۶۸، م ط قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، س ط ۱۳۶۸ھ ۲۲: النساء۴:۱۳۶

۲۳: بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب سوال جبرائیل نبی ﷺ عن الایمان والاسلام۔۔۔ ص۱/۱۲

۲۴: الذاریات۵۱:۵۶ ۲۵: الانعام۶:۱۶۲

۲۶: المؤمن۴۰:۶۰

۲۷: القشیری، امام مسلم، ابوالحسین، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار، باب فضل الذکر والتقرب الی اللہ تعالی، م ط قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، س ط ندارد، ص۲/۳۴۳

۲۸: الکوثر۱۰۸:۲

۲۹: امام نسائی، ابی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب، سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب من ذبح لغیر اللہ عزوجل اخبرنا، م ط قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، س ط ندارد، ص۲/۲۰۷ ۳۰: الحج۲۲:۲۹

۳۱: العلق۹۶:۱۹ ۳۲: البقرہ۲:۱۹۵

۳۳: آل عمران۳:۳۱

۳۴: امام مسلم، ابوالحسین القشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ الایمان، ص۱/۴۹

۳۵: النساء۴:۱۴ ۳۶: النساء۴:۶۵

۳۷: امام بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، ص۲/۱۰۸۱

۳۸: امام مسلم، ابوالحسین القشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب محبۃ رسول اللہ ﷺ اکثر من الاھل والولد والوالد والناس اجمعین واطلاق عدم الایمان علی من لم یحبہ ھذہ المحبۃ، ص۱/۴۹

۳۹: شبلی نعمانی، علامہ/سید سلیمان الندوی، سیرت النبیؐ، ص۴/۲۰۱

۴۰: امام مسلم، ابوالحسین القشیری، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، ص۱/۱۹۹

۴۱: العنکبوت۲۹:۹　　۴۲: امام مسلم، ابوالحسین القشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، ص۱/۲۹
۴۳: شاہ ولی اللہ، راجعہ وعلمہ علیہ محمود طعمہ حلبی، حجۃ اللہ البالغہ، القسم الثانی فی بیان أسرار ماجاء عن النبی ﷺ تفصیلاً ص ۳۷۶، الجزء الاول، م ط قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، س ط ندارد
۴۴: امام بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبیؐ: (بنی الاسلام علی خمس) ص۱/۶
۴۵: محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن ص۱/۱۰۹-۱۱۲　　۴۶: شبلی نعمانی، علامہ / سید سلیمان الندوی، سیرت النبیؐ ص۵/۱۰
۴۷: ابوالکلام آزاد، مولانا، ایمان اور عقل ص ۱۰۷، م ط مکتبہ قرآنیات لاہور، س ط ندارد
۴۸: شبلی نعمانی، علامہ / سید سلیمان الندوی، سیرت النبیؐ ص۵/۱۰
۴۹: امام ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی الغیبۃ ص۲/۳۲۱، م ط مکتبہ امدادیہ ملتان، س ط ندارد
۵۰: امام ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، البر والصلۃ، باب ماجاء فی اللعنۃ ص۲/۳۶۱-۳۶۲، م ط مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، س ط ندارد
۵۱: آل عمران۳:۱۰۳
۵۲: امام بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب تشبیک الاصابع فی المسجد وغیرہ ص۱/۶۹
۵۳: المائدہ۵:۸
۵۴: امام مسلم، ابوالحسین القشیری، صحیح مسلم، کتاب الامارت، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائز والحث بالرفق بالرعیۃ والنھی عن ادخال المشقۃ علیھم ص۲/۱۲۲
۵۵: ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر ص ۲۸۹، م ط قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، س ط ندارد
۵۶: ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ابواب الادب، باب برالوالد والاحسان الی البنات ص ۲۶۱
۵۷: المائدۃ۵:۰۲
۵۸: امام التبریزی، ولی الدین الخطیب، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف ص۲/۴۳۶
۵۹: الحجرات۴۹:۱۳
۶۰: امام مسلم، ابوالحسین القشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اطلاق اسم الکفر علی الطعن فی النسب والنیاحۃ، ص۱/۵۸
۶۱: بنی اسرائیل۱۷:۲۹　　۶۲: البقراء۲:۱۴۳
۶۳: آل عمران۳:۱۱۰　　۶۴: حم السجدۃ۴۱:۳۰
۶۵: امام مسلم، ابوالحسین القشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام ص۱/۴۸
۶۶: آل عمران۳:۱۰۳
۶۷: امام مسلم، ابوالحسین القشیری، صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب وصول ثواب الصدقات الی المیت ص۲/۴۱
۶۸: امام بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن خطاب ابی حفص القرشی العدوی، ص۱/۵۲۱
۶۹: امام مسلم، ابوالحسین القشیری، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشھید ص۲/۱۳۹
۷۰: آل عمران۳:۱۳۴
۷۱: امام بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب رفع الصوت فی المسجد ص۱/۶۷
۷۲: النحل۱۶:۹۰
۷۳: امام مسلم، ابوالحسین القشیری، صحیح مسلم، کتاب الوصیہ، باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ ص۲/۴۱
۷۴: امام محمد، ابوعبداللہ محمد بن حسن بن فرقد شیبانی، مؤطا امام محمد، ابواب السیر، باب الرجل ینظر الی عورۃ الرجل ص ۳۹۳، م ط قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، س ط ندارد
۷۵: البقرہ۲:۳۷
۷۶: امام ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الناس ص۲/۴۵۶